



سوال

(379) مفترض کی مفترض کے ساتھ مسجد واحد میں بتکرار جماعت جائز ہے یا نہیں؟

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مفترض کی مفترض کے ساتھ مسجد واحد میں بتکرار جماعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

اہل حدیث کی اکثر مساجد میں دیکھا گیا ہے، کہ ایک ہی نماز کی متعدد جماعتیں قائم ہوتی ہیں اور جماعت کرانے والوں کی اکثریت ان لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے جو اپنے ذاتی شغل کو دعوت الی ا (اذان) سے مقدم گرونتے ہیں۔ کبھی تو وہ چند گاہوں کی امید میں دکان پر بیٹھے رہتے ہیں اور کبھی ٹی وی ڈرامے یا میچ پر نظر میں جمائے رکھتے ہیں اور کبھی انہیں دوستوں کی محفل سے نماز کی خاطر اٹھنا گراں معلوم ہوتا ہے، اور وہ یہ سوچ کر کہ خیر ہے، دوسری یا تیسری جماعت کرالیں گے۔ پہلی یعنی حقیقی جماعت میں شمولیت سے محروم رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا سہارا یہ روایت بنی ہوئی ہے کہ

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو ظہر کی نماز پڑھا چکے تھے، کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے فلاں! تجھے جماعت سے کس چیز نے روکے رکھا؟

تو اس نے کوئی وجہ بیان کی۔ راوی بیان کرتا ہے، کہ اس نے نماز پڑھنی شروع کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ہے، جو اس پر صدقہ کرے؟ اس طرح کہ اس کے ساتھ نماز ادا کرے۔ تو ایک آدمی اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ (رواہ احمد بحوالہ سبل السلام: ۲/۳) السنن الکبریٰ للبیہقی، باب النجاعت فی منجرتہ صلی فیہ اذالم... الخ، رقم: ۵۰۱۲

اور اس کی تائید میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فعل پیش کیا جاتا ہے۔

أَنْتَ دَخَلْتَ مَسْجِدًا مَصَلَّوْنَ فِيهِ، فَأَمَرَ رَبُّكَ فَأَذَانَ بِهَمْ، وَأَقَامَ فَصَلَّى بِهَمْ جَمَاعَةً (رواہ البيهقي بحوالہ تمام السنن علی فقہ السنن)

”وہ مسجد میں داخل ہوئے جہاں نمازی نماز پڑھ چکے تھے تو انہوں نے ایک آدمی کو اذان دینے کا حکم دیا تو اس نے اذان اور تکبیر کسی پھر انہوں نے ان کو جماعت کرائی۔“

بعض روایات میں ہے کہ آپ قریباً بیس آدمیوں کے ہمراہ بنو سلمہ سے گزرے جہاں نمازی جماعت کے ساتھ نماز ادا کر چکے تھے۔ تو آپ نے وہاں اذان کہلوائی اور جماعت کرائی۔

اگر معاملہ یہاں تک رہتا تو خیر تھی کہ اگر کوئی شرعی امر یا سفر درپیش آجائے تو دوبارہ جماعت کرائی جاتی۔ لیکن معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے، کہ ہمارے اہل حدیث خیال کے تبلیغی دوست پیر محمد علی چشتی بیان کرتے ہیں کہ ہم افریقی ملک کے دورے پتھے، کہ وہاں کی مساجد میں عجیب معاملہ دیکھنے میں آیا، کہ بعض دفعہ ظہر کی جماعت اذان عصر تک جا پہنچتی تھی اور عصر کی جماعت قریب مغرب جا پہنچتی وہ اس طرح کہ اصلی یا حقیقی جماعت سے جن نمازیوں کی رکعات رہ جاتی ہیں، وہ انہیں پورا کرنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، تو اپنے میں سے کسی ایک مسبوق کو آگے دھکیل جیتے ہیں۔ وہ مسبوق ان کا امام بن جاتا ہے اور باقی مسبوق مقتدی بن جاتے ہیں۔ کسی کی ایک رکعت اور کسی کی دو تو کسی کی تین رکعات فوت ہوتی ہوتی ہیں، جب مسبوق امام سلام پھیرتا ہے تو جن کی رکعات امام کے ساتھ پوری ہو جاتی ہیں، وہ سلام پھیرتے ہیں اور جن کی رکعات باقی رہتی ہیں، وہ ادا کرنے کھڑے ہوتے ہیں، تو بعد میں وضو کر کے آنے والے نمازی ان مسبوقین میں کسی کو آگے دھکیل کر اپنا امام بنا لیتے ہیں، اور باقی مسبوقین کے ساتھ صف بنا لیتے ہیں۔ جب دوسرا مسبوق امام سلام پھیرتا ہے، تو بعد والے مسبوق مقتدی صاحبان کھڑے ہو کر اپنی رکعت پوری کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اتنے میں لیٹ ہو جانے والے دوسرے نمازی وضو کر کے ان کے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں اور مسبوقین میں سے کسی کو آگے دھکیل کر یا باقی مسبوقین کو پیچھے کھینچ کر صف بنا لیتے ہیں۔ اس طرح جماعت کا یہ سلسلہ لگاتار عصر تک جاری رہتا اور عصر کی جماعت کا مغرب تک اور مغرب کا عشاء تک جاری رہتا اور سب کی دلیل صرف ایک ہی حدیث ہے کہ **”الْأَرْجُلُ يَتَخَذْنَ عَلَىٰ هَذَا فَيُصَلِّي مَعَهُ؟“**

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے آپ نے یہ بات کہی تھی۔ کیا انہوں نے بھی ساری زندگی ایسا طریقہ جاری رکھا، کہ پانچوں وقتوں کی نمازوں کی کسی کسی جماعتیں کروا لیتے تھے۔ یا اسی طرح صدقے کرتے رہتے تھے جس طرح ہمارے افریقی مسلمان دوست کرتے ہیں، یا وہ جماعت اصل یہ سے ملتے تھے اور جو رہ جاتے تھے، وہ اپنی الگ نماز ادا کرتے تھے؟ اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اُسوہ اسی طرح ہمارے سامنے ہے، کہ وہ اگر جماعت سے رہ جاتے تو دوبارہ جماعت کھڑی کرنے کی بجائے الگ الگ نماز ادا کر لیتے۔ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ

”كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ إِذَا دَخَلُوا الْمَسْجِدَ، وَقَدْ صَلَّى فِيهِ صَلَاةً فَرَادِيًّا، مُصْنَفِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، مَنْ قَالَ: يُصَلُّونَ فَرَادِيًّا، وَلَا يَجْمَعُونَ، ۲/۲۲۳، رقم: ۱۱۱“

”اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب ایسی مسجد میں داخل ہوتے جہاں جماعت ہو چکی ہوتی، تو وہ الگ الگ نماز ادا کرتے۔“

اسی طرح طبرانی کبیر میں ہے کہ

”أَنَّ عَلْقَمَةَ، وَالْأَسْوَدَ أَقْبَلَ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّاسُ، وَقَدْ صَلَّوْا فَرَجَّحَ بَيْنَهُمَا إِلَى الْبَيْتِ، ثُمَّ صَلَّى بَيْنَهُمَا، مَعَهُمُ الْكَبِيرُ لِلطَّبْرَانِيِّ، رقم: ۹۳۸۰“ بسند حسن عن ابراہیم

”حضرت علقمہ اور اسود دونوں حضرت عبدا بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد کی طرف آ رہے تھے کہ انہیں لوگ اس حال میں ملے کہ وہ مسجد میں نماز پڑھ چکے تھے تو آپ ان دونوں کو لے کر گھر آگئے اور جماعت کرائی۔“

اگر ایک مسجد میں دوبارہ جماعت کرنا مطلقاً جائز ہوتا تو حضرت عبدا بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر میں ہرگز جماعت نہ کراتے، حالانکہ مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

حضرت عبدا بن مسعود رضی اللہ عنہ کا گھر میں نماز ادا کرنا، ان کا ذاتی اجتہاد نہیں، بلکہ سنت رسول کی اتباع ہے۔ چنانچہ طبرانی اوسط میں عبد الرحمن بن ابی بکر سے مروی ہے۔

”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ أَقْبَلَ مِنْ نَوَاحِي الْمَدِينَةِ يُرِيدُ الصَّلَاةَ، فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا۔ فَمَالَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَنَجَّحَ أَبْدَهُ، فَصَلَّى بَيْنَهُمَا، مَعَهُمُ الْاَوْسَطُ لِلطَّبْرَانِيِّ، رقم: ۴۷۳۹، وقال البيهقي: وَرِجَالُهُ ثَقَاتٌ وَقَالَ الْإِمَامُ نَاصِرُ الدِّينِ الْإِبْرَاهِيمِيُّ فِي تَمَامِ الْمَنِيِّ وَهُوَ حَسَنٌ، ص: ۱۵۵“

”رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نواحی مدینہ سے نماز فرض کے لیے مسجد کی طرف آ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ نماز ادا کر چکے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر آگئے اور گھر والوں کو جمع کر کے انہی کے ساتھ نماز ادا کی یعنی جماعت کرائی۔“

امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ خیر القرون کے اسلاف کرام کا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں کہ



وَأَنَّا قَدْ حَفِظْنَا أَنْ قَدَفَاتِ رِجَالًا مَعَهُ الصَّلَاةُ فَصَلُّوا بَعْلِهِ مُنْفَرِدِينَ، وَقَدْ كَانُوا قَادِرِينَ عَلَى أَنْ يَجْتَمِعُوا، وَأَنْ قَدَفَاتِ الصَّلَاةُ فِي الْجَمَاعَةِ قَوًّا، فَجَاؤُا الْمَسْجِدَ فَصَلَّى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مُنْفَرِدًا، وَأَنَّا كَرِهْنَا النَّاسَ
بِجَمْعُوَانِي مَسْجِدِ مَرْثِيْن كِتَابِ الْاَم : ۱۳۶/۱

”ہم نے یہ بات خوب یاد رکھی ہے کہ ان میں سے جو آدمی جماعت سے رہ جاتے، وہ آپ کے علم کے باوجود الگ نماز ادا کرتے۔ حالانکہ انہیں جماعت کرانے پر قدرت حاصل تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک مسجد میں دو مرتبہ جماعت کرانے کو مکروہ سمجھا تھا۔“

چنانچہ اس مسئلہ پر امام شافعی رحمہ اللہ کا اپنا فتویٰ بھی پڑھنے کے قابل ہے فرماتے ہیں: کہ

”اگر کسی مسجد میں امام راتب ہو اور کسی آدمی یا چند آدمیوں کی نماز باجماعت فوت ہو جائے تو انہیں الگ الگ پڑھنی چاہیے۔ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ وہ جماعت کرانیں۔ اگر وہ جماعت کرانیں تو نماز ہو جائے گی۔۔۔ میں تو صرف اسی بناء پر دوبارہ جماعت کو پسند نہیں کرتا کہ ہمارے اسلاف کرام (صحابہ و تابعین) رحمۃ اللہ علیہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ بعض نے اسے ناپسند کیا ہے۔“

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: کہ میرے خیال میں ان کے مکروہ سمجھنے کی وجہ یہ ہے، کہ مسلمانوں کی جمعیت پارہ پارہ ہو جائے گی اور کوئی ایک یا کئی آدمی جان بوجھ کر جماعت سے پیچھے رہ کر دوسرے امام کے پیچھے نماز ادا کریں گے، تو اس طرح مسلمانوں کا کلمہ متفرق ہو جائے گا اور یہ مکروہ ہے اور میں دوبارہ جماعت کرانے کو اس مسجد میں مکروہ سمجھتا ہوں جہاں امام راتب اور مؤذن موجود ہو۔ لیکن جو مسجد رستے پر یا کسی کونے پر ہو اور وہاں امام اور مؤذن متعین نہ ہو اور مسافر وغیر مسافر وہاں نماز ادا کرتے ہوں یا سستالیتے ہوں، تو وہاں دوبارہ جماعت مکروہ نہیں۔ (انتہی ملخصاً) کتاب الام : ۱۳۶/۱-۱۳۷

امام شافعی اور جمہور علمائے اسلام کے موقف کے حق میں علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَبِالْجَمْعِ فَالْجَمْعُ عَلَى كَرَاهِيَةِ عَادَةِ الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ بِالْشَّرْطِ السَّابِقِ وَهُوَ الْحَقُّ، وَلَا يُبَارِضُ بِذَلِكَ الْحَدِيثِ الشَّيْئُورُ (الْأَرْجُلُ يَتَصَدَّقُ عَلَى بَدَأِ قَيْصَلِي مَعَهُ) نِهَايَةُ الْمَسْجِدِ، ص: ۱۵۷

”خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ دین کی اکثریت شرط سابق کے ساتھ ایک مسجد میں (ایک نماز) کی دوبارہ جماعت کو مکروہ کہتے ہیں اور یہی حق ہے اور مشہور حدیث جس میں ذکر ہے کہ کوئی کھڑا ہو اور اس پر صدقہ کرے کہ اس کے ساتھ نماز ادا کرے۔ اس فتوے کے معارض نہیں ہے۔“

آگے لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے جو آپ کے ساتھ نماز ادا کر چکے تھے کسی ایک کو ترغیب دلائی کہ وہ اس آدمی کے پیچھے نفل ادا کرے تو یہ مسئلہ مفترض کے پیچھے قنفل کی نماز کا ہے اور بحث اس مسئلہ میں ہے، کہ آیا مفترض کی نماز مفترض آدمی کے پیچھے دوبارہ جماعت کی شکل میں جائز ہے یا نہیں؟ اور اس صورت کو ”يَتَصَدَّقُ عَلَى هَذَا“ والی شکل پر قیاس کرنا، کئی وجوہات سے قیاس مع الفارق ہے۔“

اس مسئلے کے متعلق دور حاضر کے جلیل القدر محدث اور نامور مشکر اسلام علامہ احمد محمد شاہ مصری رحمہ اللہ کا موقف بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ آپ امام شافعی کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس مسئلے میں صحیح اور جلیل القدر موقف امام شافعی کا ہے اور دور رس نگاہ، گہرا فہم، اسلام کے مقاصد اور اس کی روح کا گہرا مشاہدہ کرنے والی عقل اسی موقف کے درست ہونے کی خبر دیتی ہے۔

کیونکہ اسلام کا پہلا بلکہ اعلیٰ اور اشرف مقصد، کلمہ ا کو بلند کرنا اور اس کے لیے مسلمانوں کے دلوں کو ایک کلمے اور ایک مقصد پر جمع کرنا ہے۔ نماز باجماعت ادا کرنے اور صفوں کو درست رکھنے میں بنیادی حکمت یہی ہے۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:



لَتَشُونَ صُفُوَ فِئْتِهِمْ، أَوْ يَلْبِغُوا لِقَاءَ اللَّهِ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ، صَحِيحٌ مُسْلِمٌ، بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ، وَإِقَامَتِهَا... الخ، رقم: ۴۳۶

”تم اپنی صفیں درست کرو ورنہ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔“

اور اسلام کے اس مقصد کا ادراک وہی کر سکتا ہے جس کی بصیرت کو انہوں نے ”تفقد فی الدین“ اور بحر شریعت کے موتی چننے اور اس کے اعلیٰ مقصد تک رسائی حاصل کرنے کے لیے روشن کر رکھا ہو۔ جیسے امام شافعی اور جمہور ائمہ دین۔ (رحمۃ اللہ علیہم)

اور مسلمانوں نے اپنی نمازوں کے کئی کئی جماعتوں کے نتائج آنکھوں سے دیکھ لیے ہیں اور اپنی صفوں کے اضطراب کو محسوس کر لیا ہے اور اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیا ہے۔ ہاں! جس شخص کے حواس باطل اور ناکارہ ہو چکے ہیں اور جس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے اس کے لیے یہ المیہ کوئی بڑی چیز نہیں ہے۔

آپ بارہا مسلمانوں کی مساجد میں داخل ہو کر دیکھتے ہوں گے کہ ایک قوم جماعت ترک کر کے گوشے میں بیٹھی ہوتی ہے۔ وہ اپنے خیال میں سنت کی طلب میں اپنے لیے الگ جماعت کرواتی ہے اور سمجھتی ہے کہ ہماری جماعت دوسرے کی جماعت سے افضل ہے۔ اگر یہ قوم واقعی اپنے دعوے میں سچی ہو تو بھی انہوں نے الگ جماعت کروا کر ایسا گناہ کیا جو ان کی اصل نماز کا ثواب بھی لے گیا اور انہیں یہ بات قطعاً نفع نہ دے گی کہ فلاں مسلک یا جماعت کے لوگ سنن یا مندوبات کے تارک ہیں۔

آپ بعض ایسے لوگوں کو بھی دیکھیں گے کہ وہ مسلمانوں کی مساجد سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے اور انہیں دکھ دینے کے لیے الگ مسجد بناتے ہیں۔ ہم اس سے نیکی کی توفیق اور گناہ سے بچنے کا سوال کرتے ہیں اور یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے کلمے پر متحدہ ہونے کی ہدایت دے۔ کیونکہ وہ دعا سننے والا ہے۔ تعلیقات سنن ترمذی: ۱/۴۳۱

باقی رہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فعل تو اس کے متعلق علامہ البانی فرماتے ہیں کہ وہ درج ذیل وجوہات کی بناء پر قابل استدلال نہیں۔

۱۔ اس لیے کہ وہ موقوف ہے۔

۲۔ ان سے زیادہ فقیہ اور بلند رتبہ والے صحابی حضرت عبد بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل ان کے خلاف ہے۔

۳۔ حضرت عبد بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل عین سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے۔ تمام المنیۃ علی فقہ السنۃ، ص: ۱۵۶

ممکن ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایسی مسجد کے پاس سے گزرے ہوں جس میں مؤذن یا امام راتب موجود نہ ہو۔ دوسری روایات میں آتا ہے کہ آپ قریباً بیس آدمیوں کے ہمراہ مسجد بنو سلمہ کے پاس سے گزرے تھے تو آپ نے اذان کھلوائی اور جماعت کروائی۔ اس صورت میں باہر سے آنے والے مسافروں کی جماعت کے لیے گنجائش نکل سکتی ہے لیکن مطلقاً نہیں کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک مسجد میں ایک نماز کی متعدد جماعتوں کو دستور العمل نہیں بنایا، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور نہ آپ کی زندگی کے بعد۔ (وا أعلم و علمہ أتم)

مزید وضاحت (از: حافظ ثناء، مدنی)

مسئلہ ہذا کی جو تصویر عزیز مولانا عبد الجبار سلفی نے پیش کی ہے، واقعی قبیح شکل ہے جس سے موافقت نہیں کی جا سکتی۔ لیکن جہاں تک اصل مسئلہ میں جواز کا پہلو ہے، سابقہ مستندات کے پیش نظر اس میں تو کلام نہیں ہونا چاہیے۔ پھر سطور بالا میں علامہ البانی رحمہ اللہ کے حوالہ سے جو اشکال پیش کیا گیا ہے، اس کا جواب علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں! ”اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے، کہ یہاں پر اقتداء منتقل کی مفترض کے ساتھ پائی گئی اور اس میں کلام نہیں۔ گفتگو اس میں ہے کہ اقتداء مفترض کی مفترض کے ساتھ مسجد واحد میں بہ تکرار جماعت جائز ہے یا نہیں؟“

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

”أَقْوَالُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْآرْجُلُ يَتَصَدَّقُ عَلَى بَدَأِ قِيصَلِي مَعَهُ، وَأَنْتُمْ يَشْجُرُ عَلَى بَدَأِ، وَمَنْ يَشْجُرُ عَلَى بَدَأِ قِيصَلِي مَعَهُ، وَالْأَرْجُلُ يَقْتَوْمُ فَيَتَصَدَّقُ عَلَى بَدَأِ قِيصَلِي مَعَهُ“ السنن الكبرى للبيهقي، باب الجماعة في مسجد قد صلى فيه إذا لم... الخ، رقم: ٥٠١٣، ٥٠١٢

عموم پر دلالت کرتے ہیں، خواہ مقتدی متصدق منتقل ہو یا مضترض اور اگرچہ اس واقعہ خاص میں متصدق اس کا منتقل ہوا، مگر یہ خصوصی مورد قادر عموم کا نہ ہوگا۔

اول اس پر یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو مجملہ رواۃ اس حدیث کے ہیں، انہوں نے بھی یہی عموم سمجھا۔ چنانچہ انہوں نے بعد وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جماعت ثانیہ اقامت کے ساتھ قائم کی اس مسجد میں جہاں جماعت اولی ہو چکی تھی۔ صحیح بخاری کے ”باب فضل صلاة جماعة“ میں ہے:

”وَجَاءَ أَنَسُ بْنُ مَسْرُودٍ صَلَّى فِيهِ - فَأَذَّنَ، وَأَقَامَ، وَصَلَّى جَمَاعَةً إِنْسِي - صحیح البخاری، باب فضل صلاة الجماعة قبل رقم ٦٣٥

پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کا وصل نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: حاصل کلام یہ ہوا کہ سات صحابہ حضرت ابو سعید خدری، انس بن مالک، عاصمہ بن مالک، سلمان، ابو امامہ، ابو موسیٰ اشعری اور الحکم بن عمیر رضی اللہ عنہم نے اس واقعہ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بموجب ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ اس کے نماز پڑھنے لگے اس مسجد میں جہاں جماعت اولی ہو چکی تھی اور اطلاق اس پر جماعت کا ہو گا کیونکہ ”الإثنان فما فوقهما جماعة“ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بعد وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر عمل کیا جیسا کہ مسند ابو یعلیٰ موصلی، ابن ابی شیبہ اور بیہقی کی روایت سے معلوم ہوا اور امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ جیسا کہ جامع ترمذی میں مذکور ہے اور یہی مذہب صحیح و قوی ہے کہ تکرار جماعت بلا کراہت جائز ہے اور فقہاء حنفیہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ تکرار جماعت ساتھ اذان ثانی کے اس مسجد میں کہ امام و مؤذن وہاں مقرر ہوں مکروہ ہے اور تکرار اس کا بغیر اذان کے مکروہ نہیں۔ بلکہ امام ابو یوسف سے منقول ہے، کہ اگر جماعت ثانیہ ینت اولیٰ پر نہ ہو، تو کچھ کراہت نہیں اور محراب سے عدول کرنے سے ینت بدل جاتی ہے۔ فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی صفحہ: ٤٥، ٤٤، ٤٤، ٤٤، حنفی مذہب کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو! (بحر الرائق شرح کنز الدقائق) ”شرح نية المصلي“ اور ”طولح الأنوار حاشية در المختار“ وغیرہ۔ واضح ہو کہ حضرت ابن مسعود اور انس رضی اللہ عنہما کے اعمال میں سے چونکہ ہر ایک کو مرفوع روایات کی تائید حاصل ہے۔ لہذا دونوں طرح جواز ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ”صلوة الجماعة تفضل صلاة الفرد...“ الخ عام ہے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

کتاب الصلوة: صفحہ: 343

محدث فتویٰ